Fikr-o-Nasar (Islamabad) 26:3 (1989)

نجیب محفوظ

ڈاکٹر خورشید رضوی

ٹالسٹائی، اقبال، اور طٰہ حسین جیسے لوگوں کے حصے میں نہ آنے کے بعد ہر چند کہ ادب کے نوبل انعام کی خالص ادبی حیثیت پر ادب شناسوں کا ایمان مضبوط نہیں رہا اور یہ سوال بہت سے ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ نجیب محفوظ کو ۱۹۸۸ء کا نوبل انعام کیا واقعی صرف ادب کی بنیاد پر دیا گیا ہے ؟ تاہم یہ ایک امر مسلّم ہے کہ نجیب محفوظ اپنے پچاس سالہ ادبی سفر کے دوران دنیائے عرب کا بڑا معتبر نام رہا ہے اور ادب کے میدان میں پہلے مسلمان، اور پہلے عرب کا یہ اعزاز خوشی کی بات ہے۔

نجیب محفوظ کی پیدائش ۱۱ دسمبر ۱۹۱۱ء(۱) کو قاھرہ کے قدیم محلہ ,, الجمالیة ،، میں ہوئی جس کی عوامی فضا اس کی بہت سی تحریروں پر غالب ہے (نجیب کے بہت سے ناولوں کے نام ہی قاھرہ کے گلی محلوں، سڑکوں وغیرہ کے نام پر ھیں مثلاً زُقاق المِدَق، خان الخلیلی، بین القصرین ، قصر الشوق، السُّکَّریة وغیرہ)۔ ۱۹۲۴ء میں یہ خاندان ,,الجمالیة،، سے ,,العباسیة،، منتقل ہو گیا جو قاھرہ کا نسبةً جدید علاقہ تھا ۔ نجیب چونکہ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹا تھا لہذا اسے بہت لاڈ پیار ملا ۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

نجیب محفوظ کے لڑکپن کا مصر ایک سیاسی ھلچل سے دوچار تھا جس کا اس کے حساس ذھن نے بہت اثر قبول کیا ۔ ۱۹۱۹ء کی وفدی تحریک نے اس پر گھرے اثرات مرتسم کئے اور اس دور میں وہ ,,کشت و خون،، کے مفھوم سے ایک حقیقی تجربے کے طور پر آشنا ھوا کیونکہ اس نے جابجا لاشوں کے انبار اور خاک و خون کے مناظر دیکھے ۔ چنانچہ آگے چل کر اس کے ھاں عام آدمی کی زندگی کو سیاست سے مربوط کرکے دیکھنے کا رجحان نمایاں طور پر ابھرا (۲) ۔

نجیب محفوظ کا تعلیمی سفر مختصراً یوں ہے (۴) کہ چار برس کی عمر میں مدرسہ ,, کُتّاب الشیخ بُحَیری ،، میں داخل ھوا ۔ بعد ازاں ,, مدرسة الحسینیة الابتدائیة ،، اور پھر ,,مدرسہ فؤاد الاول الثانویة،، میں تعلیم پائی ۔ ۱۹۳۴ء میں کلیة الآداب، جامعة فواد الاول۔ (اب قاھرہ یونیورسٹی) سے فلسفے کے ساتھ گریجویشن کی ۔ طالب علمی کے زمانے ھی میں فلسفیانہ موضوعات پر لکھنا شروع کیا۔ یہ رجحان اس دور کے بڑے اساتذہ یعنی طه حسین، العقّاد اور سلامہ موسیٰ جیسے لوگوں کے زیر اثر تھا جو بقول نجیب محفوظ، فن سے زیادہ فکر کی طرف مائل تھے ۔ نجیب محفوظ کی فلسفیانہ تحریریں بیشتر سلامہ موسیٰ کے رسالے ,, المجلة الجدیدة،، میں شائع ھوتی رھیں ۔ نجیب نے پوسٹ گریجویٹ تحقیق کے لئے، شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق کی نگرانی میں ,, مفھوم الجمال فی الفلسفة الاسلامیة ،، کے موضوع پر کام شروع کیا لیکن اسی زمانے میں کچھ افسانے لکھنے کے بعد اس کے ادبی اور فکری میلانات میں کشاکش پیدا ھوگئی اور بالآخر اس نے تحقیق کا میدان چھوڑ کر خالص ادب کو اپنا لیا ۔

۱۹۳۶ سے ۱۹۳۹ء تک نجیب محفوظ نے اپنی مادر علمی جامعة فواد الاول میں بعض انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں ۔ بعد ازاں

سرکاری ملازمت اختیار کرلی ۔ چند سال وزارت اوقاف میں بسر کئے ۔ ۱۹۵۴ء میں وزارت ثقافتی امور سے وابستگی ہوئی جہاں اس نے سنیما آرگنائزیشن کے لئے احسان عبدالقدوس اور یوسف السباعی جیسے ادیبوں کے ناولوں کی فلمی تشکیل کا کام انجام دیا ۔ ۱۹۷۱ء میں وہ ریٹائر ہو گیا ۔ آج کل وہ مصر کے معروف اخبار ,,الاہرام،، کے ادبی سیکشن میں کام کرتا ہے اور اس کے تازہ ترین ناول ,, قُشتُمُر،،(۴) کی ہفتہ وار قسطیں اسی اخبار میں شائع ہو رہی ہیں ۔ نوبل انعام سے قبل مصری قوم اسے متعدد انعامات واعزازات سے نواز چکی ہے(۵) جن میں ,,جائزۃ الدولۃ التقدیریۃ،، اور ,,وسام الجمہوریۃ من الطبقۃ الاولی،، زیادہ نمایاں ہیں ۔ نوبل انعام پانے کے بعد مصری حکومت نے اسے مصر کا سب سے بڑا اعزاز ,,قلادۃ النیل،، عطا کیا ہے ۔

فلمی دنیا سے بھی نجیب محفوظ کی طویل وابستگی رہی جس کا کچھ ذکر اوپر ہوا ۔ ۱۹۴۰ء کی دھائی میں اس کی کہانیاں ,,عنترو عبلۃ،، اور ,,المنتقم،، مشہور پروڈیوسر صلاح ابو سیف نے فلمائیں اور اس حساب سے وہ پہلا مصری ادیب ہے جس کی تحریروں کو فلم بند کیا گیا ۔ بعد ازاں مصری سنیما کی تاریخ میں اس کی تحریروں کو خاص مقام حاصل رہا اور صلاح ابو سیف ، کمال الشیخ، یوسف شاہین، حسن الامام اور اشرف فہمی اور بہت سے اور چوٹی کے پروڈیوسروں نے ان کو فلمایا ۔ بعد کے زمانے میں ریڈیو اور ٹی ۔ وی نے بھی نجیب کی تحریروں پر پروگراموں کی بنیاد رکھی ۔

نجیب محفوظ کی شہرت کا اصل میدان ناول ہے تاہم ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ زمانہ طالب علمی میں اس کی ادبی زندگی کا آغاز مضمون نویسی کے علاوہ افسانہ نگاری سے ہوا ۔ اس کا پہلا شائع

ہونے والا افسانہ ,,ثمن الضعف،، (کمزوری کی قیمت) ,, المجلة الجدیدة،، میں ۳ اگست ۱۹۳۳ء کو سامنے آیا (۶) ـ ۱۹۴۴ء تک اس کے ستر سے زیادہ افسانے شائع ہو چکے تھے مگر یہ مختلف رسائل میں بکھرے ہوئے تھے ـ کتابی شکل میں نہیں آ سکے تھے۔لہذا ناقدین کی توجہ سے محروم رہے اور انھوں نے نجیب کے تاریخی ناولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی ادبی زندگی کے اس دور کو محض ,,تاریخی،، قرار دے دیا حالانکہ اس دور کے یہ افسانے متنوّع موضوعات پر تھے (۷)

اس کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ,,همس الجنون،، (سرگوشئ جنوں) ۱۹۳۸ء(۸) میں شائع ہوا جس میں اٹھائیس کہانیاں تھیں ـ ان کہانیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جس پر ۱۹۱۰ء اور ۱۹۲۰ء کی دھائی میں رائج مصری افسانے کا رنگ، جسے محمد تیمور کا دبستان کہا جا سکتا ہے، غالب ہے۔ اس رنگ کے نمائندے محمد تیمور، محمود تیمور، محمود طاهر لاشین، اور ابراهیم المصری جیسے افسانہ نگار تھے ـ ان افسانوں کے موضوعات عام طور پر تعدّد ازواج، نوعمر لڑکیوں کی بوڑھے مردوں سے شادی، ناجائز روابط جیسے مسائل تھے اور ان میں بالعموم معاشرے کے نچلے طبقے کی عکاسی کی جاتی تھی جو نجیب محفوظ کے ہاں بھی پائی جاتی ہے اور اس کے بعض افسانوں میں بازگشت کا احساس بھی ہوتا ہے مثلاً اس کا افسانہ ,,کَیدُهُنّ،، ، محمود طاهر لاشین کے ,,قرارُ الهاویة،، کی بازگشت معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح لاشین کی ایک اور کہانی ,,ولکنّها الحیاة،، کا تانا بانا نجیب محفوظ کے ہاں ,,اصلاحُ القبور،، میں نظر آتا ہے (۹) ـ

,,همس الجنون،، کی کہانیوں کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں معاشی اور معاشرتی ناہمواریوں کا احساس اور اس بارے میں ایک

ایسے ردعمل کا اظہار ملتا ہے جو ہنوز واضح نہیں مثلاً کسی افسانے میں یہ نقطہ نظر ملتا ہے کہ سرمایہ دار طبقہ اگر مدد پر آمادہ ہو تو مفلوک الحال طبقے کے دکھوں کا مداوا کر سکتا ہے اور کسی افسانے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ سرمایہ دار کی طرف سے غریب کی جو کچھ بھی مدد کی جاتی ہے وہ بہرحال اس کے لئے تباہ کن ہوتی ہے (۱۰)۔ بعد کے افسانوں میں نجیب محفوظ نے معاشرے کے ناسوروں کی بلا تبصرہ عکاسی کو اپنا فن بنایا۔

,,همس الجنون،، نجیب محفوظ کا آغاز تھا۔ بعض ناقدین نے اس مجموعے کو ,,عام سا،، قرار دیا اور کہا کہ اس میں واقعات غیر حقیقی معلوم ہوتے ہیں اور کہانیوں کا انجام غیر متوقع سا ہوتا ہے۔ (یہ مجموعی طور پر اس دور کے عربی افسانے کی عام کمزوریاں بھی ہیں)۔ معاشرتی تنقید ضرورت سے زیادہ واشگاف ہے اور اس میں تہ داری کا فقدان ہے۔ البتہ اس مجموعے کی ایک کہانی ,,بَذلۃُ الاسیر،، (قیدی کا سوٹ) استثنائی طور پر ایک اچھی کہانی سمجھی گئی ہے۔

کہانی کا مرکزی کردار ایک ریلوے اسٹیشن پر سگرٹ بیچتا ہے اور ایک خادمہ سے محبت کرتا ہے۔ مگر وہ ایک شوفر کو پسند کرتی ہے جو سوٹ بوٹ پہنتا ہے۔ ایک روز اٹلی کے جنگی قیدیوں سے بھری ہوئی ایک گاڑی اسٹیشن پر آتی ہے۔ سادہ دل سگرٹ فروش، سگرٹوں کے بدلے پہلے ایک قیدی سے وردی کی جیکٹ اور پھر پتلون لے کر پہن لیتا ہے۔ آخری لمحے اسے خیال آتا ہے کہ اسے جوتے بھی درکار ہیں مگر گاڑی چلنے لگتی ہے۔ برطانوی ملٹری گارڈ شام کے جھٹ پٹے میں اسے جنگی قیدی تصور کرتے ہوئے گاڑی پر سوار ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اس کی سمجھ میں گارڈ کی بات نہیں آتی۔ جوتوں سے مایوس ہو کر وہ جانے کے لئے پلٹتا ہے تو ملٹری گارڈ

سمجھتا ہے کہ قیدی فرار ہو رہا ہے اور گولی مار کر اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

۱۹۴۲ء کے لگ بھگ نجیب محفوظ کی بیشتر توجہ ناول کی طرف مبذول ہو چکی تھی اور ۱۹۶۰ء تک پہنچتے پہنچتے وہ عرب دنیا کا سب سے اہم ناول نگار بن چکا تھا۔ تاہم اس زمانے میں بھی گاھے گاھے وہ افسانہ لکھتا رہا۔ ۱۹۶۰ء کی دھائی میں اس کے کچھ افسانے پہلے اخبار ,,الاهرام،،میں اور پھر ۱۹۶۳ء میں ،کتابی شکل میں ,,دنیا اللہ،، (خدا کی بستی) کے عنوان سے شائع ہوئے۔ اس عرصے میں یحییٰ حقّی، محمود البدوی، یوسف ادریس، اور فتحی غانم جیسے افسانہ نگاروں کی کوششوں کے نتیجے میں عربی افسانے کا مجموعی معیار بہت بہتر ہو چکا تھا جس کا اثر نجیب محفوظ کے اس دوسرے مجموعے پر بھی نظر آتا ہے جو ,,همس الجنون،، کے مقابلے میں بہت پختگی رکھتا ہے بلکہ بعض ناقدین اسے نجیب کا بہترین مجموعہ خیال کرتے ہیں۔ اس مجموعے کے افسانے زندگی سے بہت قریب ہیں۔

,,دنیا اللہ ،، میں کل چودہ افسانے ہیں جن میں سے بعض معاشرتی اور بعض ما بعد الطبیعاتی موضوعات پر ہیں۔ معاشرتی افسانے عام آدمی کے دکھوں کی عکاسی اور معاشرے میں پھیلی ہوئی منافقت، چاپلوسی، مفاد پرستی، اور ظلم پر تنقید کرتے ہیں۔ افسانے ,,الجبّار،، میں سیاسی تنقید کی بھی ہلکی سی جھلک پیدا ہو جاتی ہے جو آگے چل کر نجیب کے ھاں زیادہ نمایاں ہو گئی۔

,,دنیا اللہ ،، کے بنیادی مابعد الطبیعاتی موضوع دو ہیں۔موت اور مذھبی ایقان کی جستجو۔ ,,موعد ،، ,,ضدّ مجھول،، اور ,,حادثہ،، موت سے متعلق ہیں۔ دو افسانوں میں روحانی کرب سے نجات کے لئے

روحانیت کی جستجو کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ,,کلمة فی اللیل،، میں ایک بڑے افسر کو ریٹائرمنٹ کے بعد ایک زبردست خلا اور زندگی بھر کی خود غرضانہ دوڑ دھوپ کے بے معنی ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ خالصةً اللہ کے نام پر کچھ کرنے کی اہمیت کا احساس اجاگر ہوتا ہے اور وہ ایک نئی پرمسرت زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ ,,زعبلاوی،، میں ایک لاعلاج بیماری کے علاج کے لئے ایک پوشیدہ ولی ,,زعبلاوی،، کی جستجو ہوتی ہے۔ سخت جستجو کے باوجود مرکزی کردار اسے پا نہیں سکتا مگر جب کسی حد تک مایوس ہونے لگتا ہے تو ایک روز مدھوشی کی کیفیت سے بیدار ہونے پر اسے علم ہوتا ہے کہ زعبلاوی اس کے پاس بیٹھا اسے بیدار کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا اور ذرا دیر ہوئی اٹھ کر چلا گیا ہے۔ اس طرح جستجو کا جذبہ پھر قوی ہو جاتا ہے۔ یہی خیال نجیب کے دو ناولوں ,,الطریق،،(راستہ) اور الشحّاذ (گداگر) کا موضوع بھی ہے۔ اس کا پیغام یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا وجود انسان کے ذہنی سکون کے لئے ناگزیر ہے اور اس تک رسائی کسی نوع کے متصوفانہ تجربے ھی کی وساطت سے ممکن ہے۔

دو برس بعد ۱۹۶۵ء میں نجیب کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ ,,بیت سیّی السُّمعة،، (بدنام گھرانہ) شائع ہوا۔ اس میں بھی معاشرتی تنقید اور فلسفیانہ تجسّس کے موضوعات پہلو بہ پہلو ملتے ھیں۔ سیاسی تنقید یہاں زیادہ نمایاں ہو گئی ہے اور بعض کہانیوں میں اس دور کی سیاسی فضا کا علامتی اظہار ملتا ہے۔ ,,سائق القطار،، (ریل کا ڈرائیور) میں ڈرائیور ایک جنونی کیفیت میں گاڑی کو اڑائے لئے چلا جاتا ہے اور اپنے ساتھیوں اور مسافروں کی منت سماجت کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی بھی اسٹیشن پر نہیں رکتا۔ آخر ایک حادثہ ہوتا ہے جو دراصل گاڑی کے ایک مسافر کا بھیانک خواب ثابت ہوتا

ہے۔ ایک اور افسانے میں ایک محلے کے لوگوں کو ایک پولیس والا دو خطرناک مجرموں سے نجات دلاتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا اپنا سلوک ان مجرموں کے سلوک سے بھی بدتر صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض افسانے انسانی زندگی کے اساسی کرب کی عکاسی کرتے ھیں۔ مثال کے طور پر ,,القهوة الخالية،، (خالی کافی هاؤس) میں ایک بوڑھے کی تنہائی کا بہت موثر نقشہ کھینچا گیا ہے جسے اپنے اندر کا خلا اپنے باھر نظر آتا ہے۔ بعض ناقدین کے خیال میں اس نوع کے انسانی تجربات و احساسات کا اظہار نجیب کے ھاں ایسیَ جزئیات نگاری کے ذریعے ھوتا ہے جو ایک شاعرانہ قوت رکھتی ہے اور اسے صف اول کے دوسرے عرب افسانہ نگاروں مثلاً محمود تیمور، یوسف، ادریس اور یحیی حقّی سے ممتاز کرتی ہے۔

۱۹٦۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد نجیب محفوظ کے پانچ افسانوی مجموعے یکے بعد دیگرے سامنے آئے۔

خمّارة القط الاسود	۱۹٦۸ء
تحت المظلّة	۱۹٦۹ء
حكاية بلا بداية ولانهاية	۱۹۷۲ء
شهـر العسل	۱۹۷۱ء
الجـريمـة	۱۹۷۳ء

جنگ سے پہلے اور بعد کے افسانوں میں اس کے ھاں تکنیک اور موضوع دونوں کے اعتبار سے نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ اب سیاسی رنگ ھی غالب رنگ ہے جو اس حد تک مقامی ہے کہ غیر مصری قاری کے لئے ان افسانوں سے لطف اندوز ھونا بہت دشوار ہے بلکہ ابہام اور علامت نگاری اتنی بڑھ گئی ہے کہ خود مصری بھی ، کہانی کے مجموعی تاثر کو کسی حد تک سمجھ لینے کے باوجود تفصیلات کے

مفہوم کو پانے میں دقت محسوس کرتے ہیں اور اکثر تنقید نگار ان افسانوں کی تنقید و تعبیر سے دامن بچا کر گزر جانے ہی کو مناسب خیال کرتے رہے ہیں ۔ مجموعی طور پر ان سیاسی افسانوں کے دو موضوع قرار دیئے جا سکتے ہیں ایک مصری قوم کا حکمرانوں کی روش سے لاتعلقی کا رویہ جس پر نجیب محفوظ نکتہ چینی کرتا ہے اور دوسرے عرب اسرائیل تصادم ۔ سیاسی افسانے میں بسا اوقات یوسف ادریس کو نجیب محفوظ سے بہتر خیال کیا جاتا ہے کیونکہ یوسف ادریس کے سیاسی افسانے ظاہری اور علامتی دونوں سطحوں پر یکساں دلچسپی سے پڑھے جا سکتے ہیں ۔

نجیب محفوظ کے بعد از جنگ افسانوں کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ ان میں ڈرامائی مکالمے کا عنصر بہت بڑھ گیا ہے بلکہ بہت سی کہانیاں تمامتر مکالمے ہی پر مشتمل ہیں ان میں سے چند ایک کو باقاعدہ ,, ایک ایکٹ کا ڈرامہ،، ہی کا نام بھی دیا گیا ہے اور ابہام سے پیدا ہونے والی مشکلات کے باوجود بعض کو سٹیج پر کھیلا بھی جا چکا ہے ۔

کچھ عرصہ ناول میں منہمک رہنے کے بعد ۱۹۷۹ء میں نجیب کے افسانوں کے دو مجموعے ,,الحب فوق هضبة الهرم،، ,,الشيطان يعظ،، ، ۱۹۸۲ء میں ایک مجموعہ ,,رأيت فيما يرى النائم،، ، ۱۹۸۴ء میں ایک اور مجموعہ ,,التنظيم السرى،، اور ۱۹۸۷ء میں ,,صباح الورد،، سامنے آیا ۔ ,,الفجر الكاذب،، کے نام سے ایک مجموعہ زیر طبع ہے ۔

نجیب محفوظ کی اصل شہرت اس کی ناول نگاری پر مبنی ہے ۔ ناول پڑھنے سے اسے آغاز ہی سے دل چسپی تھی ۔ دس سال کی عمر میں جب وہ تیسری جماعت میں تھا اس نے اپنے دوست یحیی صقر سے پہلی بار ایک جاسوسی ناول لے کر پڑھا ۔ اسی زمانے کے لگ

بھگ اس نے ناول نگاری کی مشق بڑے دل چسپ انداز میں شروع کی ۔ جب وہ کوئی ناول پڑھ چکتا تو معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اسے اپنے الفاظ میں دوبارہ لکھتا اور سرورق پر ,,تالیف : نجیب محفوظ،، کے الفاظ کے ساتھ کسی فرضی ناشر کا پتہ بھی درج کرتا (١١) ۔

نجیب نے پہلا ناول ,,احلام القریة،، (گاؤں کے خواب) کے عنوان سے لکھا جو ایک دیہات سدھار تحریر تھی ۔ مگر یہ شائع نہیں ہوا(١٢)۔ دور طالب علمی میں انگریزی زبان پر گرفت مضبوط کرنے کی غرض سے اس نے James Baikie کی کتاب A History of Egypt کا ترجمہ ,,مصر القدیمة،، کے نام سے کیا جسے سلامہ موسی نے ١٩٣٢ء میں شائع کر دیا ۔ اسی زمانے کے لگ بھگ اس کا ذہن تاریخی ناول کی طرف منعطف ہوا چنانچہ اس نے مصر کی قدیم فرعونی تہذیب سے متعلق تاریخی ناول لکھنے کا ایک بڑا منصوبہ بنایا جس کے لئے ٣٥ کے قریب موضوع منتخب کئے ۔ مگر عملاً صرف تین ناول ,,عبث الاقدار،، (١٩٣٩ء)، ,,رادوبیس،، (١٩٤٣) اور کفاح طیبة،، (١٩٤٣ء) لکھے ۔ بعد ازاں اس کی توجہ معاصر زندگی کی طرف ہو گئی ۔ چنانچہ ١٩٤٥ء میں ناول ,,القاهرة الجدیدة،،(١٣) لکھا ۔ جس میں یونیورسٹی کے تین طالب علموں کے حوالے سے معاصر مصر کے مختلف فکری سانچوں کو موضوع بنایا گیا ہے ۔

اس دور میں نجیب کے قلم کی رفتار تیز رہی اور اس نے ہر سال ایک ناول کے حساب سے ,,خانُ الخلیلی،، (١٩٤٦) ,,زُقاق المدَق،، (١٩٤٧) ,, السراب ،، (١٩٤٨) اور ,,بدایة ونهایة،، (١٩٤٩) پیش کئے ۔ ,,السراب ،، کو چھوڑ کر ان ناولوں میں مجموعی اعتبار سے قاہرہ کے نچلے متوسط یا محنت کش طبقے کی زندگی کی جیتی جاگتی تفصیلات بڑے موثر انداز میں سامنے لائی گئی ھیں اور یہی بالآخر نجیب محفوظ کا فنی امتیاز ٹھہرا ۔

۱۹۳٦ء سے ۱۹۵۲ء کے دوران نجیب محفوظ ایک طویل ناول بھی ترتیب دیتا رہا جسے بالآخر اس کے شاہکار کی حیثیت اختیار کرنا تھی ۔ ۱۱٦۳ صفحات پر مشتمل اس ناول کا نام نجیب نے ,,بین القصرین،، رکھا وہ کہتا ہے کہ جب میں اسے لے کر ناشر سعید السحّار کے پاس پہنچا تو سحّار نے اسے دیکھا ۔ پھر ھاتھ میں لے کر ان ہزار صفحات کو الٹا پلٹا اور کہنے لگا ,, اسے میں کیوں کر چھاپ سکتا ہوں ؟ ناممکن سی بات ہے ،، پھر جب یوسف السبّاعی نے اسے ,,الرسالة الجدیدة،، میں بالاقساط شائع کر دیا تو سحّار نے کہا کہ ایک جلد میں تو اسے چھاپنا ممکن نہیں تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر حصے کا نام بھی الگ الگ ہو (۱۳) ۔ اس طرح ,,بین القصرین،، (۱۹۵٦) قصر الشوق (۱۹۵۷) اور السُکّرِیّة (۱۹۵۷) شائع ہوئے جو مجموعی طور پر ,,الثُلاثیة،، (تین ناولوں کا سیٹ) کے نام سے معروف ہوئے ۔ ,,الثلاثیة،، میں قاھرہ کی تصویر کشی کو ڈکنز کے ھاں لندن اور زولا کے ھاں پیرس کی تصویر کشی سے مشابہ بتایا گیا ہے نیز یہ کہا گیا ہے کہ ثلاثیہ کو عربی ادب کی تاریخ ھی میں نہیں بلکہ بیسویں صدی میں مصر کی معاشرتی تاریخ کے مطالعے میں بھی ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے ۔

,,الثلاثیہ،، ایک مصری خاندان پر مرور وقت کے ساتھ واقع ہونے والے تغیرات و حوادث کی داستان ہے ۔ یہ ۱۹۱۷ء سے لے کر ۱۹۴۴ء تک کے زمانے پر پھیلی ہوئی ہے اور تاجر السید احمد عبدالجواد سے چل کر اس کی تیسری پشت تک کے کرداروں پر مشتمل ہے جو مختلف عوامل کے زیر اثر مصر کے متوسط طبقے کے بنتے بگڑتے معاشرتی و نفسیاتی خدوخال کی عکاسی کرتے ھیں ۔ ہر چند کہ اس داستان میں تقدیر، موت، محبت، سیاست وغیرہ بہت سے اھم

موضوعات در آتے ھیں تاھم اس میں کسی مرکزی موضوع کو تلاش کرنا دشوار ہے ۔ مجموعی اعتبار سے اسے ان اثرات کا ایک حزیں مشاھدہ کیا جا سکتا ہے جو وقت انسانوں پر مرتسم کرتا ہے اور جس پر انسانوں کا کچھ بس نہیں چلتا ۔

ثلاثیہ کے بعد ایک طویل وقفہ آیا جس کے بعد نجیب کے ناول اسلوب اور مواد دونوں اعتبار سے بہت مختلف ھو گئے ۔ سات برس بعد ناول ,,اولادُ حارَتنا،، (ھمارے محلے کے بچے) پہلے اخبار ,,الاھرام،، میں قسط وار (۲۱ ستمبر تا ۲۵ دسمبر ۱۹۵۹ء) چھپا پھر بیروت سے ۱۹۶۷ء میں شائع ھوا (غالباً اس لئے کہ مصر میں اس کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی گئی تھی جو ھنوز عائد ہے) ۔ یہ ناول نجیب محفوظ کے سابقہ اسلوب سے یکسر مختلف تھا اور بہت اختلافی ثابت ھوا (۱۵) ۔ اس میں بعض معاشرتی و مابعد الطبیعاتی مسائل کو تمثیلی انداز میں ظاھر کرنے کی کوشش کی گئی اور بعض جلیل القدر پیغمبروں کے علامتی کردار کو اس تمثیل میں کچھ ایسے انداز میں لایا گیا جسے تقدّس کے منافی خیال کرتے ھوئے مذھبی حلقوں نے احتجاج کیا ۔ خالص ادبی سطح پر بھی بعض نقادوں نے اسے کامیاب تصور نہیں کیا ۔ اس کے تارو پود میں بعض اھم رخنوں کی نشان دھی کی ہے اور کہا ہے کہ خود نجیب نے اس سے غیر مطمئن ھو کر اس تمثیلی روایت کو آگے بڑھانے کے بجائے اس ھیئت کو اپنایا جو اس کے زیادہ حسب حال تھی ، جس میں خارجی حقیقت نگاری کے پردے میں ایک باطنی فلسفیانہ معنویت کا اظہار کیا جاتا ہے (۱۶) اور جس کا ظہور بعد کے ناولوں میں ھوا ۔ ان کا تفصیلی تذکرہ تو یہاں ممکن نہیں البتہ ان کی فہرست حسب ذیل ہے :

,,اللِصُّ والکلاب ،، (۱۹۶۲) ، ,,السُمّان والخریف،، (۱۹۶۲)، ,,الطریق،، (۱۹۶۴)، ,,الشحّاذ،، (۱۹۶۵) ، ,,ثرثرۃ فوق النیل،،

(۱۹۶۶)، میر امار » (۱۹٦۷) ، ,,المرایا» (۱۹۷۲)، ,,الحُب تحت المطر» (۱۹۷۳)، ,,الکَرْنک» (۱۹۷۴)، ,,حکایات حارَتنا» (۱۹۷۵)، ,,قلب اللیل» (۱۹۷۵) حضرة المحترم» (۱۹۷۵) ، ,,ملحمة الحرافیش» (۱۹۷۷)، ,,عصر الحب» (۱۹۸۰)، ,,افراح القُبّة» (۱۹۸۱)، ,,لیالی الف لیلة» (۱۹۸۲)، الباقی من الزمن ساعة» (۱۹۸۲)، ,,امام العرش» (۱۹۸۳)، ,,رحلة ابن فطّومة» (۱۹۸۳)، العائش فی الحقیقة» (۱۹۸۵)، ,,یوم مقتل الزعیم» (۱۹۸۵)، ,,حدیث الصّباح والمساء» (۱۹۸۷) اور قُشتمر جو آج کل قسط وار ,,الاهرام» میں شائع ہو رہا ہے۔

نجیب کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ ,,الاهرام» (۱٦ اکتوبر ۱۹۸۸ء، ص ۱۳) میں شائع ہونے والی ایک فہرست کے مطابق ,,زقاق المِدَق» کا ترجمہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سویڈش چار زبانوں میں ہوا ۔ اسی فہرست کے مطابق بعض اور تراجم کی تفصیل کچھ یوں ہے :

بدایة ونهایة »	انگریزی
,,اولاد حارتنا »	انگریزی ، جرمن
,,اللص والکلاب »	انگریزی ، جرمن
,,السُمّان والخریف»	انگریزی
,,دنیا الله»	انگریزی
,,الطریق »	انگریزی
,,الشحّاذ »	انگریزی
,,میر امار »	انگریزی
,,المرایا »	انگریزی
,,افراح القبة »	انگریزی
,,حضرة المحترم»	انگریزی

,,بين القصرين،، (ثلاثیه کا پہلا حصه (١٨)) فرانسیسی ، سویڈش
,,ثرثرة فوق النيل ،، جرمن ، سویڈش

فلم سے نجیب محفوظ کے تعلق کی کچھ بات ہو چکی ہے۔ اس کے مشہور ناول جو فلمائے جا چکے ھیں ,,بداية ونهاية،،، ,,الثلاثية،، ، ,,خان الخليلي،، ، ,,اللص والكلاب،،، ,,زقاق المدق،، ، ,,السمان والخريف،، ، ,,مير امار،، ، ,,ثرثرة فوق النيل،، ، ,,الحرافيش،، اور ,,الحب فوق هضبة الهرم،، ھیں ۔ ان فلموں کو قبول عام حاصل ہے۔ نجیب کی بیگم عطية الله (عرف ,,عطا،،) نے ایک حالیه انٹرویو میں بتایا که نجیب کی تحریروں کو پڑھنے کے لئے وقت نکالنا تو بسا اوقات دشوار ھوتا ہے مگر وہ ساری فلمیں جن کی کہانی نجیب کی لکھی ھوئی ہے میں نے دیکھی ھیں (١٩) ۔ تاھم ادب اور فلم کے باھمی رشتے پر نظر رکھنے والوں کا خیال یه ہے که صلاح ابو سیف کی فلمائی ھوئی ,,بداية ونهاية،، کے علاوہ ، بالعموم سینما ، نجیب کے فن کی باریک پرتوں کی عکاسی میں سخت ناکام رہا ہے اور نجیب کی تحریروں کا صرف ایک سطحی سا پرتو پیش کر سکا ہے چنانچه ضرورت ہے که فلمی دنیا میں نجیب کے فنی پہلو پر ازسر نو غور کیا جائے (٢٠) ۔

نظریاتی اعتبار سے نجیب محفوظ کے ھاں مختلف اور بسا اوقات متضاد رجحانات کا ایک آمیزہ ملتا ہے۔ اس کے ھاں سوشلزم کے میلانات بھی محسوس کئے گئے اور مذھبی و روحانی تجربے کی تڑپ بھی ۔ اس کے خیال میں سوشلزم کی ایک تعبیر یه بھی تو ھو سکتی ہے که عدل خداوندی کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور کر دی جائیں (٢١) اپنے رویے کے لئے اس نے ,,الصوفية الاشتراكية،، (اشتراکی تصوف) کی ترکیب استعمال کی جس میں وہ گویا معاشرتی انصاف اور ,,التطلُع الى الله،، (خدا کی جستجو) کی یکجائی کی صورت پیدا کرتا ہے (٢٢)۔

سیاسی طور پر غالباً Hilary Kilaptrick کے الفاظ اس کا ایک مناسب خاکہ پیش کرتے ہیں (۲۳) :

". . . a socially concerned man without a definite political commitment."

چنانچہ ,,الاخوان المسلمون،، کے لئے اس کی ناپسندیدگی اور بائیں بازو کے وفدیوں کی طرف اس کے جھکاؤ کا ذکر کیا گیا ہے (۲۴) لیکن اسے ,,بائیں بازو کا آدمی،، قرار دینا بھی مشکل ہے۔ کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی حمایت پر بایاں بازو اس سے کیونکر خوش ہو سکتا ہے۔ اس کی بعض تحریروں نے اسے مذہبی حلقوں میں اور کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی حمایت نے عرب دنیا کے بہت سے حلقوں میں معتوب بنا دیا اور اسے اسرائیلی عناصر سے اپنے ربط کی نفی کے لئے باقاعدہ وضاحتیں کرنا پڑیں (۲۵)۔ نوبل انعام پانے پر اسرائیلی وزیر خارجہ نے اسے مبارکباد کا پیغام بھیجا اور اسے ,,رجل السلام،، (امن کا نمائندہ) قرار دیا (۲۶)۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسرائیلی اہل قلم اس سے ملاقات کرتے رہے ہیں اور اسرائیل میں کافی عرصہ قبل اس پر خاصا کام ہوچکا ہے جس میں ,,الثلاثیۃ،،کا عبرانی ترجمہ بھی شامل ہے(۲۷)۔ اسرائیل کا یہ التفات یقیناً نئے سوالات اور عرب دنیا میں نجیب محفوظ کے لئے نئی مشکلات پیدا کرے گا۔ چنانچہ یہ خیال بھی عام ہے کہ نجیب کے نوبل انعام کے پس منظر میں کیمپ ڈیوڈ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ صف اول کے عرب اہل قلم نے بہت مدت پہلے اس کے فنی کمالات کو تسلیم کر لیا تھا مثلاً ,,بین القصرین،، (۱۹۵۶) کی اشاعت کے بعد طہ حسین نے کہا تھا کہ بلاشبہ یہ ناول دنیا کی کسی بھی زبان میں لکھے گئے، بین الاقوامی سطح کے کسی بھی ناول سے موازنے کے لائق ہے (۲۸)۔ عباس محمود العقّاد نے ۱۹۶۲ء میں امریکی ادیب

Jhon Steinbeck کو ادب کا نوبل انعام ملنے پر تبصرہ کرتے ہوئے ناول اور ڈرامے کے میدان میں جن عرب ادیبوں کو اس کا ہم پلہ بلکہ بعض پہلوؤں سے اس پر فائق قرار دیا تھا ان میں نجیب محفوظ کا نام بھی شامل تھا ۔ (۲۹)

۱۸ جون ۱۹۸۵ء کے ,,المجلّة،، میں نجیب محفوظ کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار پہلے بھی اس کا نام نوبل انعام کے لئے تجویز ہوا تھا ۔ اس انٹرویو میں ایک سوال نوبل انعام نہ پانے کے سلسلے میں بھی تھا نجیب کا جواب یہ تھا:

,,اس انعام کے لئے ایک مرتبہ کے علاوہ ہمارا نام تجویز ھی نہیں ہوا اور جب نام ھی تجویز نہیں ہوا تو بھلا ہم یہ انعام کیونکر پاتے ۔ نوبل انعام پر کوئی معروضی بات کرنا میرے لئے ممکن نہیں کیونکہ بعض چوٹی کے لوگوں کو یہ انعام ملا ہے جو اس کے مستحق تھے جبکہ بعض ایسے لوگوں کو بھی ملا ہے جو ۔ میری دانست میں ۔ اس کے مستحق نہیں تھے ۔ میری مراد یہ ہے کہ مثلاً چرچل کو یہ انعام ملا ... تو کیا چرچل ادیب ہے ؟ اور اس بات کا کیا مفہوم ہے کہ ہر وہ ادیب جو روس سے ٹوٹ جائے وہ جس سال نکال دیا جاتا ہے یا فرار ہوتا ہے ، یہ انعام پالیتا ہے ؟ بہت سی چیزیں ھیں جو انعام کے بارے میں شکوک ابھارتی ھیں اور یہ خیال پیدا کرتی ھیں کہ اس کے پانے میں سیاست کو دخل ہے،، (۳۰)

۱۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو جب بیوی نے نجیب کو سوتے سے جگا کر روزنامہ ,,الاھرام،، سے ملنے والی نوبل انعام کی خبر سنائی تو اس نے اسے ایک افواہ یا مذاق سمجھا اور کہا ,, خواب دیکھنے کی ضرورت نہیں، میرا نام ھی اس انعام کے لئے تجویز نہیں ہوا ،،(۳۱) ۔ بعد ازاں

خبر کی تصدیق ہونے پر اس نے طه حسین ، العقّاد اور توفیق الحکیم کو بصد احترام یاد کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر اس انعام کے اهل تھے (۳۲) اسی موقع پر اس کے ایک بیان کا اقتباس دل چسپی سے خالی نہ ہوگا :

,,میرے لئے اس کا ایک هی مفہوم ہے۔ وہ یہ کہ میں اس قاعدے کو توڑنے میں کامیاب ہوا ہوں جس کی رو سے آج -نوبل انعام تو درکنار۔ کسی بھی شے کے حصول کے لئے ایک خاص طرز عمل ضروری ہے جس کی اساس موقع پرستی ، تعلقات عامه اور ایک مضطربانہ دوڑ دھوپ پر ہے جو مختلف وسائل سے کام لے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے کوئی نیا قاعدہ وضع کر دیا ہے۔ میں فقط اتنا کہتا ہوں کہ میں نے قاعدے کو توڑ دیا ہے اور تمام محنت کرنے والے سنجیدہ مزاج لوگوں کے لئے ایک درس پیش کیا ہے کہ بے نیازی کے ساتھ کام پر جمے رہنا نوبل انعام تک بھی لے جا سکتا ہے ،،(۳۳) ۔

نجیب کا یہ بیان معاہدہ کیمپ ڈیوڈ پر زور دینے والوں کے نقطہ نظر سے یقیناً محل نظر ہوگا ۔

عالمی ادب میں ٹالسٹائی، دوستوویسکی، چیخوف اور ماپاساں، نجیب کے پسندیدہ ادیب ہیں ۔ ادب کے جدید تر دھاروں میں صرف پروسٹ اور کافکا سے دل چسپی پیدا ہوئی ۔ جوائس کو پڑھا مگر پسند نہیں کیا ۔ اس کے بارے میں نجیب کا خیال ہے کہ بطور تجربہ اس سے تھوڑی سی شناسائی هی کافی ہے۔ ڈرامے میں شیکسپیئر ، یوجین اونیل، اور ابسن پسند ہیں ۔ شعراء میں شیکسپیئر، ٹیگور اور حافظ شیرازی سے والہانہ لگاؤ ہے ۔ دور جدید کے انگریزی و فرانسیسی ادب سے بالعموم شغف پیدا نہیں ہو سکا ۔ نجیب کے خیال

میں جدید ناول فضول ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ زندگی بیزار کن ہے لہذا میں ویسا ھی بیزار کن ناول بھی لکھوں گا ۔ حالانکہ زندگی کے بیزار کن عناصر کا ادبی اظہار دل نشیں ہونا چاھیئے ۔ اس کے نزدیک دل کشی و دل نشینی کے بغیر ادب ناقص ہے (٣٤) ۔ اس کا کہنا ہے :

,,ان الادب ثورة علی الواقع لاتصویر له ،، (٣٥)

,,ادب امر واقع کے مقابل ایک انقلابی اقدام ہے نہ کہ اس کی تصویر محض،، ۔

امریکی ادیب Hermann Melville کا Moby Dick نجیب کو از حد پسند ہے ۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ اگر دنیا کا عظیم ترین ناول نہیں تو عظیم ترین میں سے ایک ضرور ہے ۔ ھیمنگوے کے ناول The old Man and the Sea کے علاوہ اس کی اور تحریریں نجیب کو پسند نہیں ۔ وہ کہتا ہے کہ ھیمنگوے کی باقی چیزیں پڑھ کر مجھے تعجب ہوتا تھا کہ اسے اس قدر شہرت کس بنا پر حاصل ہے (٣٦) ۔

نجیب محفوظ کی ذاتی زندگی بہت منظم ہے ۔ وہ اپنے روز مرہ معمولات کا سختی سے پابند ہے (٣٧) ۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک زمانے میں فٹ بال کا اچھا کھلاڑی بھی رہا ہے (٣٨) ۔ مگر اب صحت اچھی نہیں رہتی (٣٩) ۔ سفر سے طبعاً گریزاں ہے ۔ عمر بھر میں ایک مرتبہ یمن، اور ایک مرتبہ یوگو سلاویہ جانے پر مجبور ہوا اور وہ بھی صرف تین تین دن کے لئے ۔ احباب کی طرف سے اس پر زور دیا جاتا رہا ہے کہ وہ دس دسمبر ١٩٨٨ء(٤٠) کو انعام وصول کرنے کے لئے خود سٹاک ہوم جائے لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوا اور خرابی صحت کا عذر پیش کرتا رہا ۔ سٹاکھوم میں اس کی نمائندگی کے سلسلے میں مختلف تجاویز سننے میں آتی رہیں ۔ بالآخر اس کی دونوں بیٹیوں ام کلثوم اور فاطمہ نے یہ خوشگوار فریضہ انجام دیا ۔ ام کلثوم کا نام نجیب محفوظ

کی موسیقی سے دل چسپی کی علامت ہے کیونکہ اس نے اپنی بیٹی کا یہ نام مشہور عرب مغنیہ کے نام پر رکھا ہے (۳۱) - اعلی درجے کی موسیقی سے - (خواہ مشرقی ہو یا مغربی) - اسے بے حد شغف ہے (۳۲) وہ منکسر المزاج ہے - ماضی سے محبت اس کی طبیعت کا حصہ ہے - اس کا محبوب مشغلہ پیدل چلنا، پرانے دوستوں سے ملنا، روزمرہ پروگرام کے مطابق بعض قہوہ خانوں میں بیٹھنا، قاهرہ کے ان گلی کوچوں میں گھومنا جہاں اس کا ماضی بسر ہوا تھا اور جن کے ناموں کو اس نے اپنی تحریروں میں امر کر دیا ہے اور سب سے بڑھ کر، مسلسل لکھنا ہے جس کے بارے میں اس نے حال هی میں کہا :

,,اگر کسی روز لکھنے کی امنگ مجھ سے چھن جائے تو میری خواهش ہو گی کہ وہ دن میری زندگی کا آخری دن هو،، (۳۳)

حواشی

۱ - کچھ عرصہ قبل کے بعض مراجع میں تاریخ اور مہینے کی تعیین کے بغیر ۱۹۱۲ء درج ہے مثلاً دیکھئے

Hamdi Sakkūt, The Egyptian Novel and its' Main Trends 1913-1952, Cairo, 1971, p. 72.

Hilary kilaptsick, The Modern Egyptian Novel, London, 1974, p. 72

Ismat Mahdi, Modern Arabic Literature, 1900-1967 Hyderabad, India, 1983, p. 244.

تاهم جدید تر مراجع میں ۱۹۱۱ مذکور ہے دیکھئے :

Roger Allen (ed.), Modern Arabic Literature, New York, 1987, p. 192.

نوبل انعام کے بعد جو کوائف سامنے آئے ہیں ان میں ۱۱ دسمبر ۱۹۱۱ کی تاریخ ملتی ہے جس کی تصدیق ایک حالیہ انٹرویو میں خود نجیب محفوظ کی زبانی یوں ہوئی :

,, .. والذی یسعدنی أکثر أنّ الیوم التالی لتسلّم الجائزة ھو یوم عید میلادی . . فأنا من موالید ۱۱ دیسمبر عام ۱۹۱۱ء . . "

(رسالہ آخر ساعة ، القاھرة، شمارہ، ۲۸۱۷ ـ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۸ء، ص ۱۲ ، ,, نجیب محفوظ فی حوار سیاسی و أدبی بعد الجائزة") .

بعض اور سنین ، مثلاً بعض کتب کے سال اشاعت، میں بھی کچھ اختلاف ہے جسے ہم نے بالعموم نظر انداز کر دیا ہے۔

۲ ـ دیکھئے :

Ismat Mahdi, op. cit, p. 245.

۳ ـ دیکھئے اخبار الوفد، القاھرة، ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۸ء ، ص ٦، ,,نجیب محفوظ فی سطور" ـ

۴ ـ قاھرہ کے ایک قھوہ خانے کا نام ـ نجیب نے ایک تازہ انٹرویو میں وضاحت کی :

,,و آخر أعمالی تنشر الآن فی ,,الأھرام" وھی روایة ,,قُشتُمر" ـ و ,,قشتمر" نسبة الی اسم شارع بالقاھرة، ومقھی یقع ضمن ھذا الشارع، ویحمل الاسم .. و ,,قُشتمر" کان وزیرا من العصر المملوکی ولکن الروایة لاصلة لھا بھذا التاریخ أو ھذا الوزیر .. ھی روایة تدور أحداثھا عن زبائن المقھی . . " (آخر ساعة ، شمارہ مذکورہ، ص ۱۰) ـ

۵ ـ مثلاً ۱۹۴۳ میں ,,رادوبیس " پر ,,جائزة قوت القلوب"

۱۹۴۳ء میں ,,کفاح طیبة" پر ,,جائزة وزارة المعارف"

۱۹۴٦ء میں ,,خان الخلیلی " پر ,,جائزة مجمع اللغة العربیة"

۱۹۵۷ء میں ,,جائزة الدولة التشجیعیة " وغیرہ

٦ ـ مطابق حاشیہ ۳ ـ

۷ ـ دیکھئے :

R.C. Ostle (ed.), <u>Studies in Modern Arabic Literature,</u> London, 1975, p. 114.

۸ ـ نجیب محفوظ نے وضاحت کی ہے کہ ناشر نے اپنی مرضی سے اس پر ۱۹۳۸ درج کرایا حالانکہ ۱۹۳۸ء ان کہانیوں کا زمانہ تحریر تو ضرور کہلا سکتا ہے مگر فی الواقع پہلی بار کتابی صورت میں ان کی اشاعت ,,زقاق المدق" (۱۹۴۷) کے بعد ہوئی ـ

(دیکھئے : غالی شکری، ,,نجیب محفوظ من الجمالیة إلی نوبل" ، وزارة الاعلام ، مصر، نومبر ۱۹۸۸ء، ص ۴۷.)

۹ ـ ضروری تفصیلات کے لئے دیکھئے R.C. Ostle, op. cit, p. 115.

۱۰ ـ ایضاً ، ص ۱۱٦ .

۱۱ ـ مطابق حاشیہ ۳ (بحوالہ جمال الغیطانی، ,,نجیب محفوظ یتذکّر")

۱۲ ـ ایضـــاً

۱۳ ـ یہ ناول دوسری بار ,,فضیحة فی القاھرة" کے نام سے چھپا ـ (غالی شکری، کتاب مذکور، ص ۱۳) نیز ,,القاھرة ـ ۳۰" کے نام سے بھی معروف ہوا (آخر ساعة، شمارة مذکورہ، ص ۱۱)

۱۴ ـ مطابق حاشیہ ۳ ـ نیز غالی شکری، کتاب مذکور، ص ۱۰۵ ـ ۱۰۶ ـ

۱۵ ـ حال ہی میں شائع ہونے والے بعض مضامین سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نجیب محفوظ کو اسی ناول ,,اولاد حارتنا،، پر نوبل انعام کا مستحق قرار دیا گیا ہے ـ یہ خیال درست نہیں ـ سویڈش اکیڈیمی نے نوبل انعام کے سلسلے میں اس کی تحریروں پر من حیث المجموع تبصرہ کیا ہے جن میں ,,ثلاثیہ،، کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور دیگر ناولوں کے ضمن میں ,,أولاد حارتنا،، کا بھی ذکر آیا ہے ـ دیکھئے :

اخبار الأهرام ، القاهرة، ١٦ اکتوبر ۱۹۸۸ء ، ص ۱۳، ,,النصّ الرسمی الكامل لحيثيّات منح الجائزة،، ـ

۱۶ ـ Hilary Kilaptrick op. cit, Pp. 95, 98

۱۷ ـ ,,أمام العرش،، دراصل ناول نہیں ـ اس کے بارے میں نجیب محفوظ نے وضاحت کی ہے ـ ,,حوار مع زعماء مصر أعتمد فيه أساسا على الحقائق وتفسيرى لها، فهو ليس كتابا فنيّاً على الاطلاق،، . (غالی شکری، کتاب مذکور، ص ۵۷)

۱۸ ـ بعض اور مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے حصے کا بھی فرانسیسی میں ترجمہ ہو چکا ہے اور تیسرا حصہ زیر ترجمہ ہے ـ علاوہ ازیں نجیب کی بعض کتابوں کے چینی ، روسی، اور عبرانی تراجم کا بھی ذکر ملتا ہے ـ دیکھئے : آخر ساعة ، شمارہ مذکورہ ، ص ۸ .

الأهرام ، ١٦ اکتوبر ، ۱۹۸۸ء ، ص ۱۳، ,,شرق و غرب،، ، ,,محفوظ : أكثر كتّاب العرب شهرة فى الصين،، ـ یہاں بتایا گیا ہے کہ نجیب کی دس سے زیادہ کتابیں چینی میں ترجمہ ہو چکی ہیں ـ مثلاً الثلاثية، بداية ونهاية، زقاق المدق، الحرافيش، اللصّ والكلاب، الشحاذ، الكرنك، رادوبيس، ۱۹۸۷ میں اس کی تصانیف پر پیکنگ میں خصوصی ادبی نشست ہوئی اور اس کے ادب پر مقالات پڑھے گئے ـ

غالی شکری ، کتاب مذکور، ۱۷، ۳۸ ـ

پندرہ روزہ الهلال الدولی، لندن، ۱ ـ ۱۵ نومبر ۱۹۸۸، ص ۳، ,,أوراق خاصة،، ، ,,جائزة نوبل،، از صافی ناز کاظم ـ

۱۹ ـ الأهرام ، ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۸، ص ۵ ، ,,فى بيت نجيب محفوظ ومع أسرته،، از سلوى العنانى ـ

۲۰ ـ ایضـاً ، ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۸ء ، ص ۱۱، السينما المصرية هل تعيد قراءة نجيب محفوظ،، از : سناء صليحة .

۲۱ ـ Roger "Allen, op. cit, p. 194.

۲۲ ـ ان خیالات کا اظہار اخبار ,,الجمهورية،، القاهرة، (۲ جنوری ۱۹۶۰، ص ۹) میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو ,,أناوى بالصوفية الاشتراكية،، (از : أحمد حمروش) میں کیا گیا موازنہ کیجئے

Hamdi Sakkut, op. cit p. 123.
Hilary Kilaptrick, op. cit, p. 96.

۲۳ ـ ایضـاً ، ص ۹۳

۲۴ ـ ایضـاً ، ص ۸۸، نیز دیکھئے غالی شکری، کتاب مذکور، ص ۴۷ .

۲۵ ـ دیکھئے : رسالہ ,,المجلة،، لندن، شمارہ ۴۵۳، ۱۹ ـ ۲۵ ، اکتوبر ۱۹۸۸، ص ۵۷ ـ
غالی شکری، کتاب مذکور، ص ۶۰، ۶۲، ۷۳ ـ

٢٦ ـ الوفد، ١٥ اکتوبر ١٩٨٨ ، ص ٧ ,,اسرائیل تهنّئی محفوظ ـ

٢٧ ـ الهلال الدولی ، مطابق حاشیه ١٨ ـ

٢٨ ـ دیکھئے Hamdi Sakkut, op. cit, p. 139 ـ
یہاں سید قطب کے اس تبصرے کا ذکر بھی مناسب هوگا جو انهوں نے نجیب محفوظ کے ناول ,,کفاح طیبة،، سے متعلق ٢ اکتوبر ١٩٤٣ء کے ,,الرسالة،، میں شائع کیا اور جس میں بہت هی دل کھول کر داد دی ـ دیکھئے Hamdi Sakkut, Op. Cit P.73. —
نجیب نے بھی اس تبصرے کو همیشه یاد رکھا کیونکه یه اس کے فن پر پہلا یادگار تبصره تھا (دیکھئے : غالی شکری، کتاب مذکور، ص ٨٣) .

٢٩ ـ دیکھئے : الأهرام، ١٦ اکتوبر ١٩٨٨، ص ١٣، ,,صفحات مطویّة،، .
عقّاد نے اس ضمن میں نجیب محفوظ کے علاوه توفیق الحکیم ، محمود تیمور ، اور میخائیل نعیمه کا نام لیا تھا ـ

٣٠ ـ ١٩٨٨ء میں یه اقتباس دوباره ,,المجلة،، میں شائع هوا ـ دیکھئے المجلّة ، شمارهٔ مذکوره ،ص ٥٧ ـ

٣١ ـ ایضـاً ، ص ٥٥ ـ

٣٢ ـ الوفد، ١٥ اکتوبر ١٩٨٨ء ، ص ٧

٣٣ ـ الأهرام، ٣٠ اکتوبر ١٩٨٨ء ، ص ٧ ,,معنی الأحداث،، ، ,,القاعدة التی کسرها نجیب محفوظ ،، از : سلامة أحمد سلامة .

٣٤ ـ رساله ,,المجاهد،، الجزائر، شماره ١٣٧٣، ٢٨ اکتوبر ١٩٨٨ء ص ٥٥ .

٣٥ ـ دیکھئے : غالی شکری، کتاب مذکور، ص ٥٨، مکتوب بنام رشاد رشدی

٣٦ ـ نجیب کی یه آراء مختلف الفاظ میں جابجا نقل هوئی هیں مثلاً دیکھئے : غالی شکری، کتاب مذکور، ص ٨١ ـ ٨٢ ـ

٣٧ ـ بیگم نجیب کے الفاظ میں :
,,نجیب رجل عسکری جدا . . بمعنی أنه یصحو بمیعاد وینام بمیعاد .. یأکل ویشرب بمیعاد . . ویکتب أیضاً بمیعاد ـ الدقة فی حیاته هی أهم صفاته . . تستطیع أن تضبط ساعتک علی عاداته..،، (آخر ساعة ، شمارهٔ مذکور ، ص ١٢)

٣٨ ـ "The Muslim" daily, Islamabad, Friday Magazine Nov. 25, 1988, p. 8, An Interview with Naguib Mahfouz by Abdul H. Mosalla.

٣٩ ـ ثقل سماعت ، ذیابیطس ، اور کلوسٹرال کی زیادتی کے علاوه اُسے آنکھوں اور جلد کی ایک ایسی الرجی ہے جس کے باعث وه هر سال مئی تا اگست چاره ماه پڑھنے لکھنے کا کام نهیں کر سکتا ـ بچپن میں کچھ عرصه مرگی کی شکایت بھی رهی مگر جلد اُس سے شفا یاب هو گیا دیکھئے : غالی شکری ، کتاب مذکور ، ص ٩٩ ، ١٣٣ ـ

٤٠ ـ الفریڈ نوبل کا یوم وفات جس پر اُس کے وطن مالوف سٹاکھوم میں سالانه نوبل انعام تقسیم کئے جاتے هیں ـ

۴۱ ـ کوکب الشرق ام کلثوم سے نجیب کو والہانہ لگاؤ ہے ـ بیگم نجیب کے بیان کے مطابق دوسری بیٹی فاطمہ کا نام بھی ام کلثوم کی مشہور فلم ,,فاطمہ،، کے حوالے سے رکھا گیا تھا ـ
(آخر ساعة ، شمارۂ مذکورہ ، ص ۱۲)

۴۲ ـ اُس نے کہا ہے : ,, .. إنّ شغفی بالموسیقی یکاد یفوق شغفی بالأدب ،،
(غالی شکری ، کتاب مذکور ، ص ۸۳)

۴۳ ـ دیکھئے : ,,الأهرام ،، ، مطابق حاشیہ ۱۵

●●●